ایک طالب علم کے قلم سے

حجۃ اللہ البالغہ میں عالم مثال

شاہ ولی اللہ صاحب کی راہ عام شاہراہ سے بظاہر مختلف مگر بباطن دوسرے علماء اور عوام کی منزل ایک ہی ہے۔ ثانی الذکر اپنا مدعا ایسے عام انداز میں بیان کرتے ہیں جسے عوام اور خواص دونوں یکساں سمجھتے ہیں۔ لیکن شاہ صاحب کا انداز بیان عوام کے لیے نہیں، یہاں خواص بھی حیران ہیں۔ بلکہ یہ ان اخص کی راہ ہے جو اس راہ کی مشکلات سمجھتے اور دیکھتے ہوئے بھی تگاپو میں لگے رہتے ہیں۔ اگرچہ دیر سے منزل پر پہنچتے ہیں۔ مگر جب پہنچ جاتے ہیں تو ہر بن مو سرور سے فرحاں وشاداں ہو جاتا ہے۔ کہ یہ راہ طے کر لینے کے بعد اس منزل کی دشوار سے دشوار تر راہیں ان کے لیے بازیچۂ اطفال کے درجے میں رہ جاتی ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ شاہ صاحب کا انداز کلام سب سے کم ان لوگوں نے سمجھا جو اُن کو اپنی بزم کا سربراہ بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ ان کی کتاب حجۃ اللہ کے شروح اور حواشی و تراجم اس کا ثبوت ہیں کہ ہر ایک جزو بجائے خود ابہام و ایہام کا مرقع ہے۔ ما فی السطور سے جلدی جان چھڑانے کے لیے فوری طور پر جو ذہن میں آگیا صفحۂ قرطاس پر منقش کر دیا۔ بخلاف اس (حجۃ اللہ) کے ہدایہ و شرح وقایہ پر۔ لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات الھدایہ اور شرح وقایہ ولوجئنا بمثلہ مددا۔

ہمارا مقصد شاہ صاحب کی مولفہ حجۃ اللہ البالغہ کے باب "عالم مثال" کے چند ایسے اشارات بیان کرنا ہے جو قلم سے پوری طرح واضح نہیں ہو سکتے، اور اب تک اس لیے ان کے پیش کردہ عالم مثال وغیرہ (عربی) میں جو گنجلک نظر آتی تھی ویسی ہی الجھن اس کے اردو مصادر میں دکھائی دیتی ہے۔

شاہ صاحب نے اس عنوان پر ایک مستقل باب ضبط کردیا ہے " باب ذکر عالم المثال" (باب ہے عالم مثال کی حقیقت پر مشتمل)۔ فرماتے ہیں :

"واضح ہو کہ بے شمار احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ وجود عنصری کے سوا بھی ایک اور وجود صرف اسی وجود کی مثل ہے جس میں وہی معانی شامل ہیں جو وجود عنصری کے صفات میں پائے جاتے ہیں۔ وجود عنصری اور وجود مثالی دونوں میں باہمی مناسبت ہوتی ہے۔ اسی مناسبت کے پیش نظر علمائے تعبیر خوابوں کی تعبیر میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اور یہ بھی ہے کہ وہ تمام حوادث جن کا ظہور عالم مادی میں ہوتا ہے ان کے ظہور میں آنے سے قبل ان حوادث کو اس عالم مثال میں تحقق حاصل ہوتا ہے۔ اور جب عالم مادی میں ان کا ظہور ہوتا ہے تو ان کی صورت بعینہ وہی ہوتی ہے جس کو وہ اہل بصیرت (جن میں تزکیۂ نفس کی وجہ سے کشف کی استعداد ہوتی ہے) وہ ان صورتوں کو اس سے پہلے ہی عالم مثال میں مشاہدہ کر چکے ہوتے ہیں۔

اعلم انہ دلت احادیث کثیرۃ علی ان فی الوجود عالماً غیر عنصری یتمثل فیہ المعانی باجسام مناسبۃ لہا فی الصفۃ وتحقق ھنالک الاشیاء قبل وجودھا فی الارض نحواً من التحقق فاذا وجدت کانت ھی ھی بمعنی من معانی ھو ھو! وان کثیراً من الاشیاء مما لا جسم لہا عند العامۃ تنتقل وتنزل ولا یراھا جمیع الناس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۔ تجی الاعمال یوم القیامۃ، فتجی الصلوٰۃ، ثم تجی الصدقۃ ثم تجی الصیام (حدیث)

ظاہر ہے کہ یہ تینوں جسم جسمانیت سے مبرا ہیں تو ان کا یہی انداز عالم مثال ہوا۔

۲- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المعروف والمنکر لخلیقتان ینصبان للناس یوم القیامۃ فاما المعروف فیبشر اھلہ واما المنکر فیقول الیکم! الیکم! ولا یستطیعون لہٗ الا لزوماً

"بروز قیامت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں متشکل انداز میں ظاہر ہوں گے - امر بالمعروف ان لوگوں کو بشارت دے گا جنھوں نے دنیا میں اسے اپنایا - اور منکر اپنے اپنانے والوں سے کہے گا! اب اپنا کیا بھگتو - اور یہ لوگ اس (منکر) کی تنبیہہ سن کر کچھ جواب نہ دے سکیں گے - کیونکہ وہ (منکر) ان سے چپک کر رہ جائے گا۔"

ظاہر ہے کہ نہ تو امر بالمعروف کا جسم ہوگا - اور نہ نہی عن المنکر کا کوئی وجود تو ان کا اس انداز میں بولنا عالم مثال میں بولنا ہوا -

۳- نیز رسول خدا نے فرمایا:

ان اللہ یبعث الایام یوم القیامۃ کہیئتھا خلقھا وقال ھل تدرون ما ادری فانی لا دری مواقع القطر الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر

"اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایام کو ان کی اس ہیئت میں مبعوث فرمائے گا جس حالت میں وہ دنیا کے اندر گردش کرتے ہیں - اور ایام اس روز لوگوں سے کہیں گے! جو کچھ میں دیکھ پاتا ہوں تم بھی ویسے ہی دیکھ پاتے ہو - میں تو فتنوں محل وقوع کو اس طرح دیکھا گیا جس طرح تم اپنے گھر کے آنگن میں مینہہ کی بوندیں دیکھا کیے۔"

حالانکہ دنوں کی نہ آنکھیں ہیں نہ ان دونوں میں دیکھنے اور سمجھنے کا شعور - اور آنکھوں یا سوجھ بوجھ کے لیے جسم و وجود کا ہونا ضروری ہے جو ان (ایام) میں نہیں - پس ان کا دیکھنا اور سمجھنا یہی اُن کا عالم مثالی ہے -

۴- اور حدیث معراج کی حکایت میں حضرتؐ نے فرمایا:

"اس عالم میں مجھے چار نہریں دکھائی گئیں جن میں سے دو نہریں باطن میں بہہ رہی ہیں۔

اور دو نہریں ظاہر میں چل رہی ہیں۔

یہ دیکھ کر میں نے جبریلؑ سے ان نہروں کی حقیقت دریافت کی۔ تو جبریلؑ نے کہا کہ باطن میں بہنے والی نہریں جنت میں ہیں اور ظاہر میں چلنے والی دونوں نہروں میں ایک نیل اور دوسری فرات ہے۔"

ان چاروں میں دو دریا نیل اور فرات تو زمین پر بہہ رہے تھے۔ اور دو جنت میں جو دکھائے گئے۔ تو یہی عالم مثال ہے۔

۵۔ اور ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ حالت قیام صلوٰۃ ایک قدم ذرا آگے بڑھا کر اپنا داہنا ہاتھ کسی شے کے پکڑنے کے لیے جو پھیلایا اور فوراً پیچھے ہٹ آئے تو اس پر شرکائے صلوٰۃ (صحابہ) نے دریافت کیا۔ اس پر فرمایا کہ جنت کا ایک خوشہ میری طرف بڑھا جس کے لیے میں لپک کر آگے گیا۔ تو یہی مثالی شکل تھی۔

۶۔ اور فرمایا: ادائے نماز کے موقع پر میرے سامنے دیوار مسجد اور میرے جائے قیام فی الصلوٰۃ کے درمیان جنت اور دوزخ متمثل ہوئے۔ اور یہ بھی ایک مثالی حالت ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے اس قسم کی احادیث بیس سے زیادہ مستخرج فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ یہ احادیث پڑھ کر تین قسم کا عقیدہ مرتب ہو گیا۔

ا۔ اما ان یقبل اثرها فیضطر الی اثبات عالم ذکرنا شانه وهذه التی قاعدة اهل الحدیث نبه علی ذالك السیوطی رحمه الله تعالیٰ و بها اقول والیها اذهب۔

جو شخص ان الفاظ کے ظاہری الفاظ کا اثر قبول کرے جس میں وہ مجبور ہو جائے گا عالم مثال کے ماننے کو۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ اور یہی معمول اہل حدیث کا ہے۔ جس کی طرف سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ اور یہی میرا عقیدہ ہے اور اسی پر میں دوسروں کو فتویٰ دیتا ہوں۔

ب۔ اولما یقول هذه الوقائع متوادی   الرای وتتمثل له

فی بصرہ وان لم یکن خارج وقال بنظیر ذالک عبد اللہ بن مسعود فی قولہ تعالیٰ "یوم تاتی السماء بدخان مبین اصابھم حباب فکان احدھم ینظر الی السماء فیری کھیئۃ الدخان من الجوع۔

"اس قسم کے واقعات کسی خاص حالت میں رونما ہوتے ہیں۔ جنھیں کوئی خاص فرد محسوس کر پاتا ہے۔ لیکن خارج میں ان واقعات کا کوئی وجود نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے سورۂ دخان کی آیت نمبر (۹) میں تعبیراً فرمایا کہ ایک مرتبہ ان لوگوں میں قحط پڑ گیا تو وہ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اوپر دیکھتے تھے۔ اور خلو معدہ کی وجہ سے انھیں آسمان کی بجائے دھواں سا نظر آتا۔"

ج۔ وینکر عن ابن ماجشون ان کل احادیث جاء فی النقل والرویۃ فی المحشر فمعناہ انہ یغیر ابصار خلقہ فیرونہ فاذہ متجلیا۔ الخ

"ابن ماجشون کہتے ہیں۔ کہ یہ جو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مختلف صورتوں میں تجلی فرمانے کی حکایت کرتا ہے تو اس کی توجیہہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی آنکھوں میں تغیر پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے انھیں ذات باری نزول فرماتا ہوا اور لوگوں سے بالمشافہ گفتگو کرتا ہوا نظر آئے گا۔ اور اس کی عظمت و قدوسیت میں ان امور سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس کی ذات غیر متبدل اور انتقال مکانی سے منزہ ہے۔"

ناقل (مضمون نگار) بلاشبہ ذات اللہ غیر متبدل ہے اور اس کا یہ وصف بھی: لیس کمثلہٖ شیئٌ۔ میں شامل! لیکن جب وہ

ا۔ خود کو علیٰ کل شیئٍ قدیر بتاتا ہے

ب۔ اور اس کے ترجمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ابی رذین العقیلی، قال قلت یا رسول اللہ اکلنا یریٰ ربہ   بہ یوم

القیامۃ؟ قال بلیٰ! قلت وما آیۃ ذٰلک فی خلقہ؟ قال یا ابا رزین! ألیس کلکم یری القمر لیلۃ البدر مخلیاً بہ؟ قال بلیٰ! قال فانما ھو خلقٌ من خلق اللہ! واللہ اجل واعظم۔

(ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۹۳)

بروایت ابورزین عقیلی "میں نے حضرتؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ہر شخص ہم میں سے اپنے رب کو بجلسہ دیکھ پائے گا بروز قیامت! فرمایا کیوں نہیں! پھر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مخلوقات کے اندر اس دیکھ پانے کی صورت کیا ہے؟ فرمایا۔ تم میں سے چودھویں کا چاند ہر شخص پوری طرح نہیں دیکھ پاتا! عرض کیا۔ کیوں نہیں! فرمایا۔ ارے یہ (چاند) تو اس کی مخلوقات میں سے ہے جب تم اسے دیکھ پاتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ جو نہایت برتر اور اعظم ہے اس کا دیکھ پانا کیا مشکل ہے۔"

پس یغیّر ابصار خلقہ (وہ لوگوں کی آنکھوں میں تغیر پیدا کر دے گا) علی کل شیئٍ قدیر کے مطابق تو اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ لیکن آیۃ "لا تبدیل لخلق اللہ" کے مطابق اگر انسان کی پہلی بصارت ہی میں مزید ایسی قوت کا اضافہ ہو سکتا ہو تو پھر اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ خصوصاً جب کہ حدیث ابورزین عقیلی (متذکرۃ الصدر) اور حدیث جریر بن عبداللہ میں آں حضرتؐ نے فرمایا ہو کہ:

ان کم ستروں ربکم عیاناً کما ترون ھذا القمر لا تضامون فی رویتہ ۔۔۔۔ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ، ص ۴۹۴)۔

"لازماً تم قیامت کے روز اپنے رب کو اس کی ظاہری حالت میں دیکھو گے جس طرح تم دنیا میں چاند کو دیکھتے ہو۔ کیا چاند کی رویت میں تمھیں کچھ شبہ ہے۔"

اور حدیث صہیبؓ میں ہے:

اذا دخل اھل الجنۃ الجنۃ یقول اللہ تعالیٰ تریدون شیئاً ازیدکم

فیقولون الم تبیض وجوهنا! الم تدخلنا الجنة! وتنجینا من النار!

قال یرفع الحجاب ینظرون الی وجه الله فما اعطوا شیئاً احب الیهم من النظر الی ربهم ثم : للذین احسنوا الحسنیٰ

(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۹۲)

وغیرہ من الاحادیث الکثیرۃ فی الباب

جب مومنین داخل جنت ہوں گے تب اللہ تعالیٰ انھیں فرمائے گا۔ کسی اور نعمت کی طلب ہو تو بتاؤ۔ میں وہ بھی عنایت کر دوں؟ وہ عرض کریں گے آپ نے ہمیں نورانی صورتیں بخش دیں۔ جنت میں داخل فرمایا۔ دوزخ سے بچا لیا۔ اب اور ہم کیا طلب کریں!!! جس پر خدا تعالےٰ اپنا چہرہ بے نقاب فرمادے گا۔ جسے دیکھ کر وہ عرض کریں گے کہ اس نعمت سے بڑھ کر اور کیا ہو گا؟ تب حضرتؐ نے آیت : للذین احسنوا الحسنیٰ پڑھی۔

پس رویت باری تعالیٰ ثابت۔ مگر ہماری دنیا کی بصارت میں تغیر عدم مذکور۔

عالم مثال کی نظیر قرآن مجید کے اندر

واقعہ مریم میں ہے جب فرشتہ انھیں ایک مولود کی بشارت دینے کے لیے آیا۔ اور یہ فرشتہ بھی ایک مثالی شکل میں تھا۔

جس کی حکایت میں پروردگار عالم نے فرمایا:

فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویاً۔

"تو ہم نے اپنی روح (یعنی جبریل) کو ان کی طرف بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی شکل بن کر ان کے روبرو آ کھڑے ہوئے۔"

(ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب)

پس ہر وجود کا مثالی ہونا مثبت تو ہو گیا مگر یہ مرحلہ باقی رہ گیا کہ وجود مثالی جسدِ عنصری کی مانند حساس بھی ہوگا۔ جیسا کہ ہمارے سر میں درد سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ جن سے پیشانی پر شکن در شکن ہے۔ اب ہم نے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھا تو ہماری شکل بھی صاف نظر آ رہی ہے۔ اور شکنیں بھی دکھ رہی ہیں۔ مگر درد اور ٹیسیں محسوس نہیں ہوتیں تو کیا وجود مثالی عذاب سے متاثر ہوگا یا نہیں۔

جناب شاہ صاحب نے اس کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ جس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں، کہ تفریح و تعذیب کے لیے پھر وہی جسدِ عنصری ہوگا۔ اور یہ کچھ ہوگا۔ لیکن جسدِ عنصری کے لیے وہ آب و ہوا یا فضا بھی وہاں کی تفریح و تعذیب کے متحمل ہو سکیں گے؟

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس

مگر جو بات شاہ ولی اللہ جیسے وجود مغتنم سے رہ گئی اسے کون حل کرے گا۔